QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

اسلامی معاشیات میں زر کا علمی وارتقائی مطالعہ: شرعی ضوابط اور معاصر معاشی معنویت

The Epistemology and Trajectory of Money in Islamic Economics: Sharīʿah Regulations and Contemporary Economic Relevance

Dr. Muhammad Muawia
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Southern Punjab (USP), Multan, Pakistan. Email: muhammadmuawia@isp.edu.pk
Rubina Nawaz
Associate Professor, Government Graduate College for Women, Taunsa Sharif, DG Khan, Pakistan. Email: rubinanawaz432@gmail.com

Submission Date: 05 Mar 2026
Review Date: 10 Mar 2026
Acceptance Date: 15 March 2026
Publication Date: 25 Mar 2026

Article Link: https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/326

Abstract:
Money (*Zar*) is one of the oldest and most fundamental institutions of human civilization, playing a pivotal role in facilitating economic activities, regulating commercial transactions, and driving socioeconomic development. Beyond being a mere medium of exchange, money serves as a crucial measure of value and a store of wealth. Islam, as a comprehensive way of life, provides robust ethical and legal guidelines governing the creation, circulation, and utilization of wealth, prioritizing socioeconomic justice over purely materialistic models.

Using a qualitative, historical, and analytical methodology, this study examines the Islamic concept of money, investigating its lexical and technical dimensions, classical jurisprudential rulings, and monetary evolution from the barter system to gold Dinars, silver Dirhams, fiat currency, and modern digital/crypto assets. It evaluates the core intrinsic functions and Sharīʿah limitations imposed on currency to prevent economic exploitation, inflation, and unearned wealth generation (such as *Riba* and *Gharar*). The findings indicate that while Islam adapts to contemporary technological advancements in monetary mediums, the functional stability and ethical benchmarks of modern currencies must align with the objectives of Islamic law (*Maqasid al-Sharīʿah*). Ultimately, this research provides strategic insights into how Islamic monetary thought can address contemporary global financial instabilities.

Keywords: Islamic Monetary System, Evolution of Money, Sharīʿah Limitations, Dinar and Dirham.

تمہید:

انسانی زندگی کی معاشی سرگرمیوں میں زر (Money) کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ تاریخِ انسانی کے مختلف ادوار میں زر نے نہ صرف اشیاء اور خدمات کے تبادلے کو آسان بنایا بلکہ معاشی استحکام، تجارتی فروغ اور سماجی ترقی میں بھی کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ابتدائی زمانوں

میں انسان اپنی ضروریات کے حصول کے لیے تبادلۂ اشیاء (Barter System) پر انحصار کرتا تھا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ معاشی ضروریات میں وسعت پیدا ہوئی تو زر ایک مستقل اور مؤثر معاشی ادارے کے طور پر سامنے آیا۔ سونے اور چاندی کے سکوں سے لے کر کاغذی کرنسی اور جدید ڈیجیٹل مالیاتی نظام تک زر نے مختلف مراحل طے کیے ہیں، جو اس کی اہمیت اور افادیت کو نمایاں کرتے ہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ معاشی معاملات بھی اسلام کی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اگرچہ اسلام نے کسی مخصوص شکل کی کرنسی کو لازم قرار نہیں دیا، تاہم اس نے زر کے استعمال، گردش، ملکیت اور تبادلے کے متعلق ایسے اصول و ضوابط متعین کیے ہیں جو عدل، توازن، شفافیت اور معاشرتی فلاح کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں زر کو بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ انسانی ضروریات کی تکمیل اور معاشی سرگرمیوں کے فروغ کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے زر کے استعمال میں اعتدال، دیانت داری اور اخلاقی ذمہ داری کو بنیادی اہمیت دی ہے۔

عصر حاضر میں عالمی مالیاتی نظام تیزی سے تبدیلیوں سے گزر رہا ہے۔ کاغذی کرنسی، بینکاری نظام، الیکٹرانک ادائیگیوں، ڈیجیٹل کرنسیوں اور جدید مالیاتی آلات نے زر کے تصور کو مزید وسعت دی ہے۔ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں زر کی شرعی حیثیت، اس کے استعمال کی حدود اور اسلامی معاشی اصولوں کی تطبیق جیسے موضوعات علمی و تحقیقی حلقوں میں خصوصی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں۔ اس پس منظر میں اسلامی نظریۂ زر کا مطالعہ نہ صرف تاریخی اور نظریاتی اہمیت کا حامل ہے بلکہ معاصر معاشی مسائل کے حل اور اسلامی مالیاتی نظام کی تفہیم کے لیے بھی ناگزیر ہے۔

زیرِ نظر آرٹیکل اسلام میں زر کے تصور، اس کے تاریخی ارتقاء، شرعی حدود و قیود اور عصر حاضر میں اس کی معنویت کا تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس میں زر کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم، اسلامی تاریخ میں اس کی مختلف صورتوں، اس کے بنیادی وظائف اور اسلامی شریعت کی جانب سے متعین کردہ اصول و ضوابط کا تجزیہ کیا جائے گا، تاکہ اسلامی معاشیات میں زر کے حقیقی مقام اور اس کی عملی اہمیت کو واضح کیا جا سکے۔

زر کا لغوی معنی:

"زر" ایک فارسی زبان کا لفظ ہے عربی زبان میں "زر" کو نقد کہتے ہیں جس کی جمع "نقود" ہے اس کا معنی ہے درہم، قیمت [1] انگریزی زبان میں "زر" کو (MONEY) کہا جاتا ہے جس کا معنی ہے پیسہ، دولت زر "کا لفظ اردو میں بھی عام استعمال ہوا ہے، دوسری لغات میں بھی النقد کا معنی کرنسی، سکہ، رقم، روپیہ، پیسہ کیا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے نقد جید: کھرا سکہ [2] اسی طرح مشہور و معروف اردو لغت مصباح اللغات میں النقد کا معنی "قیمت جو فوراادا کی جائے "درہم نقد کہا جاتا ہے بمعنی عمدہ کھرا درہم [3] اسی طرح مشہور لغت المعجم الوسیط میں "نقد"کا معنی یوں لکھا ہے:

(النَّقْد) (فِي البيع) خلاف النَّسِيئَة وَيُقَال دِرْهَم نقد جيد لَا زيف فِيهِ (ج) نقود والعملة من الذَّهَب أَو الْفضة وَغَيرهمَا مِمَّا يتعامل بِهِ وفن تَمْيِيز جيد الْكَلَام من رديئه وَصَحِيحه من فاسده[4]

خرید و فروخت میں نقد کا معنی ہوتا ہے: وہ شے جو ادھار نہ ہو نیز عمدہ قسم کا درہم جس میں کھوٹ نہ ہو اسی کو * درہم نقد" کہا جاتا ہے اس کی جمع نقود آتی ہے اور نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لین دین ہوتا ہے

خواہ سونے کی بنی ہو یا چاندی کی ان دونوں کے علاوہ کسی دوسری چیز سے عمدہ اور ردی، صحیح اور فاسد کلام کے مابین امتیاز کرنے کے فن کو بھی نقد کہا جاتا ہے "نقد" کہتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم:

زر"جو کہ فارسی زبان کا لفظ ہے اس کی مختلف تعریفات کی جاتی ہیں۔

زر کی تعریف ماہرین اقتصاد کے نزدیک :

جسٹس مفتی تقی عثمانی صاحب زر" کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو چیز اور فن آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہو اور وہ قدر زر کا پیمانہ ہو اور اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ کیا جاتا ہو اسے "زر" کہتے ہیں[5]

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز یوں تعریف کرتے ہیں:

اس طرح کرنسی کی جو جامع مانع تعریف ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز خواہ وہ کیسی بھی ہو، کوئی بھی ہو اگر باہمی لین دین میں ذریعہ تبادل کے طور پر رواج پا جائے اور قبول عام حاصل کر لے تو وہ کرنسی ہے۔[6]

پروفیسر کراؤتھر زر کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"زر" سے مراد وہ شے ہے جو آلہ مبادلہ کی حیثیت سے مقبول عام ہو اور جو ساتھ ساتھ معیار قدر اور ذخیرہ قدر کا فرض بھی سرانجام دے۔[7]

"مجلة البحوث الاسلامیه "میں زر کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

إن للنقد ثلاث خصائص متى توفرت في مادة ما اعتبرت هذه المادة نقدا.الأولى: أن يكون وسيطا للتبادل.الثانية: أن يكون مقياسا للقيم.الثالثة: أن يكون مستودعا للثروة.[8]

"زر" کی تین خصوصیات ہیں جس مادہ میں بھی وہ پائی جائیں گی وہ زر شمار ہو گا 1۔ذریعہ مبادلہ ہو 2۔ قیمتوں کا پیمانہ ہو 3۔دولت محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہو۔

ڈاکٹر عدنان خالد ترکمانی اپنی کتاب میں "زر" کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

النقد عباره عن كل شيء يلقي قبولا عاما كوسيط للتبادل ومقياس للقيمة مهما كان ذلك الشيء وعلى اي حال يكون[9]

زر" ہر اس شے کو کہتے ہیں جو آلہ مبادلہ کی حیثیت سے مقبول عام ہو اور معیار قیمت ہو، وہ شے کچھ بھی ہو، اور کسی بھی حالت میں ہو۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ فقہی لٹریچر میں "نقد" کا لفظ مختلف معانی کے لیے آیا ہے:

- سونے چاندی کی دھاتیں خواہ وہ ڈلی کی شکل میں ہوں یا ڈھلے ہوئے سکوں کی صورت میں،

چنانچہ فقہاء کی عبارت میں سونے چاندی کے لیے "النقدان" کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے سونے چاندی کے سکوں کے لیے چاہے وہ عمدہ ہوں یا غیر عمدہ۔

- سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات سے بنے ہوئے سکوں کو فلوس کہتے ہیں اس معنی کے مطابق فلوس نقد میں شامل نہیں۔
- ہر وہ چیز جو بطور آلہ تبادلہ استعمال ہو چاہے وہ سونے کی ہو یا چاندی کی یا چمڑے، پیتل، اور کاغذ وغیرہ کی شکل میں بشرط کہ اس کو قبولیت عامہ حاصل ہو عصر حاضر میں نقد اس تیسرے معنی کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔

شئی کا زر بننے کے لیے شرائط:

ان تمام تعریفات کا بغور جائزہ لیں تو "زر" کے لیے چار شرائط کا ہونا سمجھ میں آتا ہے، ذیل میں ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہیں :

- زر کوئی بھی چیز ہو سکتی ہے
- زر چیزوں کے تبادلے کے طور پر مقبول ہوتا ہو
- قیمت کی پیمائش کرنے کا آلہ ہوتا ہو
- قیمت کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہو

شرائط کی وضاحت :

- زر کوئی بھی چیز ہو سکتی ہے :

"زر" کی اس خصوصیت کو معاشیات دانوں نے "زر" کی تعریفات میں تو ذکر کیا ہے لیکن زر کی خصوصیات میں اس کا ذکر نہیں کیا ، زر کوئی بھی ایسی چیز ہو سکتی ہے جس میں باقی تین صفات (مقبولیت، آلہ پیمائش ہونا, آلہ تحفظ ہونا) پائی جائیں۔

بلاشبہ اسلام کے ابتدائی دور میں مالیاتی لین دین سونے چاندی کے سکوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا اور سونے چاندی کی زری صلاحیت بھی مسلمہ ہے لیکن شریعت نے زر کے لیے سونے چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی بلکہ اس معاملے میں بڑی وسعت رکھی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابتدائی زمانے میں مختلف علاقوں کے لوگ مختلف اشیاء کو بطور "زر" استعمال کرتے تھے یعنی اشیاء بھی بطور زر استعمال ہو سکتی ہیں۔

چنانچہ علامہ تقی الدین مقریزی لکھتے ہیں:

> "وقد كانت الامم في الاسلام وقبله لهم اشياء يتعاملون بها بدل الفلوس كالبيض والكسر من الخبز والورق ولحاء الشجر والودع الذي يستخرج من البحر ويقال له الكورى وغير ذلك"[10]
>
> "اسلام اور اس سے پہلے کہ لوگ فلوس کی بجائے دیگر اشیاء سے بھی تبادلے کرتے تھے جیسے انڈے روٹی کے ٹکڑے پتے درختوں کی چھالیں اور سیپیاں جنہیں سمندر سے نکالا جاتا ہے اور کوری کہا جاتا ہے وغیرہ"

اسی طرح مشہور مؤرخ احمد بن یحیی بلاذری (م:892ء) کے بقول حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کر لیا تھا مگر اس خدشے سے ارادہ ترک کر دیا کہ اس طرح تو اونٹ ہی ختم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ بلاذری نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے :

> "هممت ان اجعل الدراهم من جلود الابل فقيل له اذا لا بعير فامسك"[11]

میں نے اونٹوں کے چمڑوں سے درہم بنانے کا ارادہ کیا ان سے کہا گیا تب تو اونٹ ختم ہو جائیں گے تو اس پر انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زر کے لیے سونا، چاندی یا کوئی اور دھات ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی بھی چیز کو زر کہا جا سکتا ہے،

- زر چیزوں کے تبادلے کے آلے کے طور پر مقبول ہوتا ہے :

زر بننے والی شے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں قبولیت عامہ کا وصف موجود ہو یعنی ہر شخص اسے کسی حیل وحجت کے بغیر قبول کر کے اس کے عوض مطلوبہ شے دینے کے لیے تیار ہو ۔

- "زر" قیمت کی پیمائش کا آلہ ہوتا ہے :

کس چیز کی قیمت کیا ہو ؟اس کا تعین کس زر کے ذریعے کیا جاتا ہے مثلا ایک کلو گندم کتنے کلو جو کے بدلے میں دی جائے گی اس کا تعین اس طرح ہو گا کہ ایک کلو گندم کی جو قیمت روپے میں ہو گی اتنی قیمت میں دیکھا جائے گا کہ کتنی جو آتی ہے اس طرح زر کے ذریعے مختلف اشیاء اور خدمات کی قیمت کی پیمائش کی جاتی ہے ۔

- "زر" قیمت کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہوتا ہے :

اگر کسی کے پاس کوئی جنس رکھی ہو تو اس کی قیمت میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر وقت اس کا کوئی خریدار مل جائے۔

اس کے برعکس کسی زر کی قیمت یکساں رہتی ہے اور اس سے جب چاہیں کوئی چیز حاصل کی جا سکتی ہے اس لیے زر کو قیمت یا مالیت محفوظ رکھنے کا آلہ کہا جاتا ہے۔

مثلاً کسی کے پاس پانچ ہزار کا نوٹ رکھا ہے تو وہ ہمیشہ پانچ ہزار کا ہی نوٹ رہے گا اس کی قیمت کبھی پانچ ہزار سے کم نہیں ہو گی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کے بدلے میں خریدی جانے والی گندم کی قیمت کم یا زیادہ ہو سکتی ہے، اس کے برعکس اگر کسی کے پاس ایک کلو گندم ہے جو اس نے 500 روپے کے بدلے خریدی ہے تو ممکن ہے کہ کل کوئی اس کو پرانا ہونے کی وجہ سے نئی گندم کے بدلے میں بھی نہ خریدے اور نہ ہی اتنی رقم کے بدلے میں جتنی کی اس نے خریدی تھی، زر کی یکسانیت والی صفت میں اور بھی چیزیں شریک ہو سکتی ہیں لیکن فوری تبادلے والی صفت زر کے علاوہ کسی جنس میں نہیں پائی جاتی کیونکہ ہو سکتا ہے ضرورت کے وقت اس کا کوئی خریدار ہی نہ مل سکے ۔

زر کی اقسام:

عہد اسلامی کی ابتدا میں اس "زر" کا استعمال کیا جاتا تھا جو لوگوں میں مروج تھا یہ سونے اور چاندی کے سکے تھے جو کہ اکثر روم اور فارس کے بادشاہوں قیصر اور کسریٰ کے ڈھالے ہوئے تھے یہ سکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اسی طرح استعمال میں رہے، علامہ مقریزی رحمہ اللہ کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اسلامی درہم ڈھلوایا[12]

فقہائے کرام زر کو "ثمن" اور "نقد" کے نام سے ذکر کرتے ہیں اور اس کی بنیادی طور پر دو قسمیں کرتے ہیں:

- ثمن خلقی
- ثمن اصطلاحی[13]

ثمن خلقی:

وہ مسلمان علمائے کرام جن کا معاشیات کے حوالے سے کام ہے سونے اور چاندی کو ثمن خلقی کہتے ہیں یعنی یہ وہ زر ہے جس میں اللہ پاک نے ہمیشہ کے لیے قیمت اور اہمیت رکھ دی ہے اور انہیں ہر زمانے میں قیمتی سمجھا جاتا رہا ہے یہ رائے کسی نص کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ ان حضرات نے اس جہاد اختیار کیا ہے خلقی زر صرف سونا اور چاندی ہے۔

ابن خلدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثمّ إنّ الله تعالى خلق الحجرين المعدنيّين من الذّهب والفضّة قيمة لكلّ متموّل، وهما الذّخيرة والقنية لأهل العالم في الغالب. وإن اقتنى سواهما في بعض الأحيان فإنّما هو لقصد تحصيلهما بما يقع في غيرهما من حوالة الأسواق الّتي هما عنها بمعزل فهما أصل المكاسب والقنية والذّخيرة[14]

"پھر اللہ تعالی نے دو معدنی پتھروں یعنی سونے اور چاندی میں ہر مالدار کے لیے قیمت رکھ دی ہے اور یہی دو عموما دنیا والوں کے لیے ذخیرہ اور مال ہیں بعض حالات میں اگرچہ ان دو کے علاوہ چیزیں بھی کمائی جاتی ہیں لیکن وہ چیزیں بازار میں تبدیلی سے متاثر ہونے کی وجہ سے (جس سے یہ دونوں محفوظ ہوتے ہیں) ان دونوں کو حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہیں لہذا یہی دو اشیاء کمائی، مال اور ذخیرہ کرنے میں اصل ہیں"

سونا اور چاندی چاہے درہم اور دینار کی شکل میں ہو یا خالص حالت میں ان فقہائے کرام کے نزدیک یہ شریعت کی رو سے زر اور ثمن ہے اور بیع صرف کے تمام احکام کا تعلق بنیادی طور پر انہی سے ہے۔

ثمن اصطلاحی:

اصلاحی زر وہ اشیاء ہیں جو لوگوں کے عرفا مقبولیت کی وجہ سے زر بن جاتی ہیں جب تک یہ عرف باقی رہتا ہے یہ بھی زر رہتی ہے اور عرف کے اختتام پر یہ واپس غیر زر سمجھی جاتی ہے

علامہ شامی ایک مسئلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

لان غالبه الغش في حكم الفلوس من حيث انها انما صارت ثمنا بالاصلاح على ثمنيتها فتبطل ثمنيتها بالكساد وهو ترك التعامل بها بخلاف ما كانت فضتها خالصة او غالبة فانها أثمان خلقة فلا تبطل ثمنيتها بالكساد كما حققناه اول البيوع[15]

"اس لیے کہ وہ دراہم جن میں کھوٹ غالب ہو وہ اس اعتبار سے فلوس کے حکم میں ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ثمن ہونے پر عرف کی وجہ سے ثمن بن گئے تھے لہذا کساد سے ان کی سمیت ختم ہو جاتی ہے اور کساد کا مطلب لوگوں کا ان میں تعامل ختم ہو جانا ہے اس کے برعکس جو خالص چاندی ہو یا جس میں چاندی غالب ہو وہ پیدائشی ثمن ہے لہذا کساد سے اس کی ثمنیث ختم نہیں ہوتی"

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولو أن الناس أجازوا بينهم الجلود حتى تكون لها سكة وعين لكرهتها أن تباع بالذهب والورق نظرة[16]

اور اگر لوگ آپس میں کھالیں اس طرح استعمال کرنے لگیں کہ وہ کرنسی اور سونا بن جائیں تو میں اسے بھی ناپسند کروں گا کہ انہیں سونے اور چاندی کے بدلے ادھار بیچا جائے"

شمس الائمہ علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أما عندنا فالفلوس الرائجة بمنزلة الأثمان؛ لاصطلاح الناس على كونها ثمنا للأشياء[17]

"ہمارے نزدیک رائج فلوس ثمن کے مرتبے میں ہیں کیونکہ لوگوں کی ان کو اشیاء کا ثمن ماننے پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے۔

ثمن اصطلاحی کے اقسام:

اصلاحی زر کی تین قسمیں تاریخ میں مشہور رہی ہیں:

- فلوس:

یہ وہ سکے تھے جو سونے چاندی کے علاوہ دھاتوں سے تیار کردہ ہوتے تھے ان کے حالات مختلف ہوتے تھے کبھی یہ عوام میں رائج ہوتے تھے اور اس وقت ان پر زر کے فقہی احکام جاری ہوتے تھے کبھی ان کا رواج ختم ہو جاتا تھا اور اس وقت ان پر اس چیز (مثلا دھات) کا فقہی حکم لگایا جاتا تھا جس سے یہ بنے ہوتے تھے۔

- کھوٹے دراہم:

یہ وہ سکے تھے جو بنے تو چاندی سے ہی ہوتے تھے لیکن ان میں چاندی کی مقدار کم اور دیگر دھاتوں کی زیادہ ہوتی تھی۔

- کرنسی نوٹ[18]

یہ مختلف اشیاء کے بنے ہوتے تھے جنہیں ثمن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا ماضی قریب میں ان کا وجود تو معروف ہے ماضی بعید میں ان کا ذکر چین کے علاقوں میں ملتا ہے۔

عہد نبوی ﷺ کی کرنسی:

بعثت نبوی کے وقت عرب میں لین دین کا ذریعہ درہم اور دینار تھے لیکن گنتی کی بجائے وزن کا اعتبار کیا جاتا یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ درہم و دینار عرب کے مقامی سکے نہ تھے بلکہ ہمسایہ قوم سے یہاں آتے تھے۔

درہم ساسانی سکہ تھا جو عراق کے راستے عرب پہنچتا اور لوگ اس کی بنیاد پر باہمی لین دین کرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا یہ دراہم چونکہ مختلف وزن کے ہوتے تھے اس لیے جب نصاب زکوۃ کے لیے درہم کا وزن مقرر کرنے کی نوبت آتی تو مسلمانوں نے ان میں سے متوسط کو معیار بنایا چنانچہ اسی کو شرعی درہم سمجھا گیا ایک قول کے مطابق یہ کام حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں جب کہ دوسرے قول کے مطابق بنو امیہ کے دور میں ہوا جو صورت بھی ہو تاہم آخر کار جس شرعی درہم پر اجماع ہوا وہ وہی ہے جو عبد الملک بن مروان کے دور میں بنایا گیا لیکن فقہاء اور مؤرخین نے ثابت کیا ہے کہ یہ درہم اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا بلکہ مختلف شہروں میں اس کے وزن اور معیار میں کافی تبدیلی آتی رہی ہے جدید تحقیق کی روشنی میں اس درہم کا وزن 2975 گرام چاندی ہے۔[19]

اسی طرح دینار رومیوں کی کرنسی تھی جو براستہ شام یہاں آتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا حتی کہ خلفائے راشدین اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں بھی رومی دینار کو ہی کرنسی کی حیثیت حاصل رہی جب مسند خلافت عبد الملک بن مروان کے پاس آئی تو انہوں نے زمانہ جاہلیت کے دینار کے مطابق ایک دینار جاری کیا جس کو شرعی دینار کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا وزن اس دینار کے برابر تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا تھا، اس دینار کا وزن 25ء4 گرام ہے۔[20]

معمولی اشیاء کے لین دین میں سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں یعنی تانبے وغیرہ سے بنے سکے جنہیں فلوس کہا جاتا ہے، بھی استعمال ہوتے جیسا کہ حدیث میں دیوالیہ شخص کے متعلق المفلس کا لفظ آتا ہے۔

شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ (م:852ھ) اپنی مایہ ناز تالیف فتح الباری میں فرماتے ہیں:

المفلس شرعا: من تزيد ديونه على موجوده، سمي مفلسا لأنه صار ذا فلوس بعد أن كان ذا دراهم ودنانير إشارة إلى أنه صار لا يملك إلا أدنى الأموال وهي الفلوس، أو سمي بذلك لأنه يمنع التصرف إلا في الشيء التافه كالفلوس لأنهم ما كانوا يتعاملون بها إلا في الأشياء الحقيرة، أو لأنه صار إلى حالة لا يملك فيها فلسا،[21]

"شرعی معنوں میں مفلس وہ شخص ہے جس کے قرضے اس کے پاس موجود مال سے زیادہ ہو جائیں اسے مفلس اس لیے کہا جاتا ہے کہ پہلے درہم اور دینار کا مالک تھا لیکن اب فلوس پر آگیا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ شخص صرف معمولی مال فلوس کا مالک رہ گیا ہے یا ایسے شخص کو مفلس اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس کو فلوس جیسی معمولی چیز میں ہی تصرف کا حق ہوتا ہے کیونکہ وہ فلوس کے ذریعے معمولی اشیاء کا لین دین ہی کرتے تھے"

بلاد اسلامی سونے، چاندی کے سکے وجود میں آنے کے بعد بھی بعض علاقوں میں مخصوص اشیاء زر کی حیثیت سے استعمال میں رہیں۔

مشہور سیاح ابن بطوطہ جب سوڈان گیا تو اس وقت وہاں نمک کے ساتھ ہی لین دین ہوتا تھا چنانچہ وہ لکھتا ہے:

سوڈان میں نمک بطور روپیہ کے چلتا ہے اور سونے چاندی کا کام دیتا ہے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعے خرید و فروخت ہوتی[22]

پھر مختلف اسباب کی بنا پر آہستہ آہستہ درہم دینار کا رواج ختم ہوتا چلا گیا اور ان کی جگہ کرنسی نوٹوں نے لے لی اب صورتحال یہ ہے کہ پوری دنیا میں کرنسی نوٹوں کا ہی دور دورہ ہے کیونکہ یہ آسان ترین ذریعہ مبادلہ ہے۔

اسلام میں زر کے معنی و مفہوم میں وسعت :

اسلام کے ابتدائی ادوار میں مالیاتی لین دین سونے چاندی کے سکوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا اور سونے چاندی کے زر ہونے کی صلاحیت بھی مسلمہ تھی لیکن شریعت نے زر کے لیے سونے چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی بلکہ اس معاملے میں بڑی وسعت رکھی ہے مشہور مؤرخ احمد بن یحیی بلاذری کے بقول حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کیا کر لیا تھا مگر اس خدشے سے ارادہ ترک کر دیا کہ اس طرح تو اونٹ ہی ختم ہو جائیں گے جیسا کہ بلاذری نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے، علامہ ابن نجیم حنفی خراسان کے امیر غطریف بن عطاء کندی کی طرف منسوب غطارفہ نامی دراہم جن میں ملاوٹ زیادہ اور چاندی کم ہوتی تھی کی بحث میں رقم طراز ہیں:

ذَكَرَ الْوَلْوَالِجِيُّ أَنَّ الزَّكَاةَ تَجِبُ فِي الْغَطَارِفَةِ إِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ؛ لِأَنَّهَا الْيَوْمَ مِنْ دَرَاهِمِ النَّاسِ وَ إِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ دَرَاهِمِ النَّاسِ فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ وَ إِنَّمَا يُعْتَبَرُ فِي كُلِّ زَمَانٍ عَادَةُ أَهلِ ذَلِکَ الزمان۔[23]

"والوالجی نے ذکر کیا ہے کہ غطارفہ جب دو سو ہوں تو ان میں زکوۃ واجب ہو گی کیونکہ اگرچہ پہلے زمانے میں یہ لوگوں کے درہم نہیں تھے مگر آج کل یہی ہیں ہر دور میں اس زمانے کا رواج معتبر ہے"

اس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ شرعی لحاظ سے زر کے انتخاب میں سونے چاندی کی پابندی نہیں ہے قیمتوں کو جانچنے کے لیے کسی بھی چیز کو معیار بنایا جا سکتا ہے بشر طیکہ اسے معاشرہ میں قبولیت حاصل ہو، اسلامی تاریخ میں سونے چاندی اور فلوس کے علاوہ بھی مختلف چیزیں زر کے طور پر رائج رہی ہیں یہ چیزیں عوام میں چیزوں کے تبادلے کے آلے کے طور پر استعمال ہوتی تھی اور ان کی پشت پر صرف تعامل اور عرف ہوتا تھا ان کے بارے میں حکومتی احکام نہ ہونے کے باوجود انہیں نہ صرف زر سمجھا گیا بلکہ ان ادوار کے فقہائے کرام نے ان کا کوئی انکار بھی نہیں کیا۔ یہ تعامل کے ذریعے کسی چیز کے زر ہونے پر ایک طرح کا خاموش اجماع ہے ذیل میں ہم چند ایسی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں:

خشک روٹیاں:

ان کا بطور زر رواج چوتھی صدی سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک رہا ہے ان کا ایسا رواج بغداد سکندریہ اور ان کے گردونواح کے علاقوں میں رہا جو اسلامی تمدن کی نشانی اور فقہاء اسلام کی رہائش کے حوالے سے مشہور علاقے سمجھے جاتے تھے عوام اور تاجروں میں ان کے لین دین کے حوالے سے باقاعدہ قوانین اور اصول تھے جو کہ اگرچہ تحریر کی حالت میں نہ تھے لیکن تاریخی روایات کے مطابق ان کا خیال رکھا جاتا تھا۔

کوڑیاں :

ان کا بطور زر رواج بلاد اسلامیہ میں مختلف جگہوں پر رہا ہے۔ سید موسی حسینی مازندرانی لکھتے ہیں:

"وكنا نرى من هذا الكورى كثيرا في بغداد بين 1866 و 1876 أما اليوم فلا نرى منها"[24]

"ہم نے یہ کوڑیاں بغداد میں 1866 سے 1876 کے دوران بہت دیکھی ہے آج کل یہ نظر نہیں آتی"

مذکورہ دور میں بغداد سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھا اور یہ وہ دور ہے جب مجلۃ الاحکام العدلیہ کے نام سے فقہ حنفی کے تحت شرعی قانون کی تدوین کی جارہی تھی اس قانون کی تدوین کے دوران ان فقہائے کرام نے بھی کوڑیوں کے استعمال کو ناجائز نہیں سمجھا اور ان کے بارے میں احکامات ذکر نہیں کیے۔

فلکہ:

یہ "الفراطۃ اور الخردۃ" نامی دو چھوٹی چھوٹی کرنسیاں ہوتی تھیں جو تعامل سے کرنسی بن جاتی تھی یہ مصر شام اور دیگر ممالک میں تھی اور کسی بڑی کرنسی کے ٹکڑوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں ان کی پشت پر اگرچہ کوئی حکومتی حکم نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود انہیں زر سمجھا اور بولا جاتا تھا فقہائے کرام نے ان پر بھی کہیں رد نہیں کیا۔[25]

مصریۃ:

یہ ایک ایسا "زر" تھا جو 19 ویں صدی عیسوی کے آس پاس مختلف شہروں میں رائج تھا یہ عموماً تانبے کا بنایا جاتا تھا لیکن کبھی کبھی یہ چاندی کا بھی ڈھالا جاتا تھا اس کی قیمت مختلف شہروں کے لحاظ سے مختلف ہوتی تھی اسے نکل (nickel) سے بھی تیار کیا جاتا تھا، اس زر کا مختلف دھاتوں سے ڈھلا ہونا اور مختلف شہروں میں اس کی قیمت کا مختلف ہونا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ بھی حکومت کا جاری کردہ نہیں تھا بلکہ عوام کے تعامل نے اسے زر کی حیثیت دی تھی۔[26]

عصر حاضر میں زر کی معنویت:

سابقہ تمام تر بحث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ کرنسی کی شکل بدل سکتی ہے، بلکہ ماضی میں بدلتی بھی رہی ہے، مختلف اشیاء بطور کرنسی نہ صرف دنیا میں بلکہ مسلمانوں میں بھی رائج رہی ہیں، ان میں وہ اشیاء بھی کرنسی کہلاتی تھی جو بطور وضع کرنسی نہیں تھی لیکن باہمی لین دین میں بطور کرنسی مسلمہ تھیں اور مستعمل تھیں۔ اور جو خالصتاً کرنسی تھی جیسے درہم و دنانیر، ان کے اوزان بھی مختلف رہے ہیں، مختلف ممالک کے مختلف اوزان رائج تھے۔ اس کے تناظر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عصر حاضر میں کرنسی کی حالیہ معروف شکل میں تبدیلی کا آغاز ہو چکا ہے، عرصہ طویل سے کاغذی کرنسی دنیا میں رائج ہے اور ہر ملک کی ذاتی کاغذی کرنسی یا چند ممالک کی مشترکہ کاغذی کرنسی (جیسے یورپی یونین کی یورو) رائج ہے۔ لیکن کرنسی کی یہ شکل اب کروٹ لے چکی ہے۔

جدید معاشرہ کرنسی کی ایک جدید قسم کی جانب بڑھ رہا ہے جو پیپر منی یا کیش نہیں بلکہ الیکٹرانک کیش ہے قریب ہی ہے کہ پیپر منی کا استعمال کرناچار و نادر اور قدیم جانا جائے کیونکہ مستقبل میں آج کی پیپر منی محض الیکٹرانک کیش کی معیاری قیمت بر قرار رکھنے کے لیے استعمال ہو گی اور تمام لین دین ایک نئی کرنسی، ڈیجیٹل کرنسی یا کرپٹو کرنسی کے ذریعے ہو گا انٹرنیٹ پر کئی ڈیجیٹل کرنسی ہیں وجود میں آچکی ہیں، یہ کرنسی دنیا بھر کے مالیاتی نظام کو چیلنج کر رہی ہے، چنانچہ بہت سی ملٹی نیشنل کمپنیاں ان کے ساتھ تعامل کر رہی ہیں دنیا کے کئی بڑے بڑے بینکوں نے اس کرنسی کو قبول کر بھی لیا ہے اور وہ رجسٹرڈ ہو چکی ہیں اور کئی ممالک میں ڈیجیٹل کرنسی کے ذریعے آن لائن خرید و فروش شروع ہو چکی ہے اور ترقی یافتہ ممالک اور ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنے اپنے ڈیجیٹل کرنسیوں کا لائحہ عمل طے کر رہے ہیں۔ لہذا یہ امر واضح کرتا ہے کہ معاصر تصورات میں سے ایک ڈیجٹل کرنسی بھی وجود پزیر ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہے وہ شئی بھی زر کے تصورات میں شامل ہے اور وہ ہے کہ جو شئی جسمانی وجود نہیں رکھتی وہ بھی کرنسی کی حیثیت (مع اپنی شروط) اختیار کر سکتی ہے، یعنی اسے حقوق معنویہ کے زمرہ میں ان کو شمار کیا جائے گا، اور "زر" کے حوالہ سے فقہاء کی یہ بحث اگر پیش نظر رکھیں کہ کیا کرنسی میں "کاغذ" کا اعتبار ہے یا "مال" کا اعتبار ہے (جیسے اجناس کے بدلہ میں کسی چیز کا حاصل کرنا) تو عصر حاضر میں کسی شئی کے لیے کرنسی کی حیثیت اختیار کر لینے میں گنجائش نکلتی ہے کہ ہر وہ شئی جو مال کا اعتبار رکھتی ہو، عرف میں بطور کرنسی مستعمل ہو اور اس کی قیمت کا کوئی معیار و اعتبار ہو تو وہ شئی بطور کرنسی قبول کی جاسکتی ہے۔ آج کی دنیا میں Good will، ٹریڈ مارک اور کاپی رائٹ اور مختلف طرح کے لائسنس وغیرہ کا بطور مال خرید و فروخت ہو رہا ہے اس طرح کچھ ایسی صورتیں بھی پائی جا رہی ہیں جو جو بطور کرنسی اپنائی جا رہی ہیں، مثلاً: آپ کے جاز اکاؤنٹ میں اگر اچھا خاصہ بیلنس موجود ہے تو محض بیلنس کے بر قرار رہنے پر موبائل کے استعمال کے منافع ملتے ہیں، دنیا کی اعلی درجہ کی ائرلائنز میں مسلسل سفر کر رہے ہیں، یا اپنے کریڈٹ کارڈ کا بل باقاعدگی سے بر وقت ادا کر رہے ہیں تو آپ "یونٹ" کماتے رہیں گے اور جب وہ ایک خاص حد تک پہنچ جائیں تو انہیں "یونٹ" کی بنیاد پر خریداری کر سکتے ہیں۔ یہ یونٹ تب کرنسی کہلائے گی۔

ان مذکورہ امثلہ اور اس سے پہلے کی گفتگو سے معلوم ہو رہا ہے کہ آنے والے وقت میں کاغذی کرنسی بر قرار رہے یا نہ رہے لیکن ایک ہی وقت میں ایک سے زائد کرنسی موجود ہو گی اور وہ تمام قابل قبول اور مستعمل ہوں گی۔

خلاصہ بحث:

زر انسانی معاشی زندگی کا ایک بنیادی اور ناگزیر عنصر ہے جس نے تاریخ کے مختلف ادوار میں تجارت، تبادلۂ اشیاء اور معاشی استحکام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسلام نے زر کو محض دولت کے حصول کا ذریعہ قرار نہیں دیا بلکہ اسے انسانی ضروریات کی تکمیل، معاشی عدل کے قیام اور اجتماعی فلاح و بہبود کے حصول کا ایک مؤثر وسیلہ قرار دیا ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات میں زر کے استعمال، اس کی گردش اور اس سے متعلق مالی معاملات کے لیے واضح اصول وضوابط متعین کیے گئے ہیں۔

اس آرٹیکل کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام کا نظریۂ زر اخلاقی اقدار، معاشی اعتدال اور سماجی انصاف پر مبنی ہے۔ اسلامی تاریخ میں دینار و درہم سے لے کر جدید مالیاتی ذرائع تک زر کی مختلف صورتیں رائج رہی ہیں، تاہم اسلام نے کسی خاص شکل کو مقصودِ بالذات قرار دینے کے بجائے ان اصولوں کو اہمیت دی ہے جو زر کو انسانی خدمت، معاشی استحکام اور عدلِ اجتماعی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی تناظر میں اسلام سود، ذخیرہ اندوزی، استحصالی مالی معاملات اور دولت کے غیر منصفانہ ارتکاز کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور دولت کی منصفانہ گردش کو یقینی بنانے پر زور دیتا ہے۔

عصر حاضر میں جب عالمی مالیاتی نظام نت نئی تبدیلیوں سے گزر رہا ہے اور ڈیجیٹل کرنسیوں سمیت جدید مالیاتی ذرائع تیزی سے فروغ پا رہے ہیں، اسلامی نظریۂ زر کی افادیت مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ اسلامی اصول نہ صرف مالیاتی معاملات میں شفافیت، امانت داری اور اعتدال کی راہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ ایک ایسے معاشی نظام کی بنیاد بھی فراہم کرتے ہیں جو انسانی فلاح، معاشرتی توازن اور پائیدار اقتصادی ترقی کو یقینی بنا سکے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی تصورِ زر محض ایک تاریخی یا نظری بحث نہیں بلکہ موجودہ دور کے معاشی چیلنجز کے حل کے لیے بھی ایک مؤثر اور قابلِ عمل رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔

---

1 ʿIṣmat Abū Salīm (trans.), Al-Munjid ʿArabī-Urdū (Lahore: Maktabah Dāniyāl, n.d.), 1040

2 Waḥīd al-Zamān Kairānawī, Al-Qāmūs al-Waḥīd (Lahore: Idārah Islāmiyāt, 2001), 1692

3 Abū al-Faḍl ʿAbd al-Ḥafīẓ Balyāwī, Miṣbāḥ al-Lughāt (Lahore: Maktabat al-Ḥasan, n.d.), 900

4 Majmaʿ al-Lughah al-ʿArabiyyah, Al-Muʿjam al-Wasīṭ, 4th ed. (Cairo: Maktabat al-Shurūq al-Dawliyyah, 2004), 944.

5 Muḥammad Taqī ʿUthmānī, Islām aur Jadīd Maʿīshat wa Tijārat (Karachi: Idārat al-Maʿārif, n.d.), 115.

6 Nūr Aḥmad Shāhtāz, Kāghazī Currency kī Tārīkh, Irtiqāʾ aur Sharʿī Ḥaythiyyat (Karachi: Faẓlī Sons (Private) Limited, 1998), 7.

[7] ʿIṣmat Allāh, Zar kā Taḥqīqī Muṭālaʿah: Sharʿī Nuqṭah-e-Naẓar se (Karachi: Idārat al-Maʿārif, 2009), 26

[8] Majallat al-Buḥūth al-Islāmiyyah, vol. 1, 200

[9] Dr. ʿAdnān Khālid al-Turkumanī, Al-Siyāsah al-Naqdiyyah wa al-Maṣrifiyyah fī al-Islām (Beirut: Mu'assasat al-Risālah, 1409 AH), 1st ed.

[10] Taqī al-Dīn al-Maqrīzī, Al-Nuqūd al-Qadīmah al-Islāmiyyah (published under the title Rasāʾil al-Maqrīzī) (n.p.: Dār al-Ḥadīth), vol. 1, 174.

[11] Aḥmad ibn Yaḥyā al-Balādhurī (d. 892 CE), Futūḥ al-Buldān (Beirut: Mu'assasat al-Maʿārif, 1987), 659.

[12] Taqī al-Dīn al-Maqrīzī, Al-Nuqūd al-Qadīmah al-Islāmiyyah (published under the title Rasāʾil al-Maqrīzī) (n.p.: Dār al-Ḥadīth, 1st ed.), vol. 1, 160.

[13] Ministry of Awqaf and Islamic Affairs (Kuwait), Al-Mawsūʿah al-Fiqhiyyah al-Kuwaytiyyah, vol. 41 (Kuwait: n.p., n.d.), 175.

[14] Ibn Khaldūn, Dīwān al-Mubtadaʾ wa al-Khabar (al-Maʿrūf bi Tārīkh Ibn Khaldūn), 1st ed. (n.p.: Dār al-Fikr), vol. 1, 478.

[15] Ibn ʿĀbidīn, Radd al-Muḥtār, 2nd ed. (n.p.: Dār al-Fikr), vol. 5, 162.

[16] ʿAbd al-Salām ibn Saʿīd Saḥnūn, Al-Mudawwanah al-Kubrā, 1st ed. (n.p.: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), vol. 3, 5.

[17]al-Sarakhsī, Al-Mabsūṭ (n.p.: Dār al-Maʿrifah), vol. 14, 25.

[18] Al-Mawsūʿah al-Fiqhiyyah al-Kuwaytiyyah, vol. 41, 176.

[19] Al-Mawsūʿah al-Fiqhiyyah al-Kuwaytiyyah, vol. 20, 249.

[20] Al-Mawsūʿah al-Fiqhiyyah al-Kuwaytiyyah, vol. 20, 249.

[21]Aḥmad ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī (d. 852 AH), Fatḥ al-Bārī bi Sharḥ al-Bukhārī (Egypt: al-Maktabah al-Salafiyyah, n.d.), vol. 5, 62.

[22] Ibn Baṭṭūṭah, Riḥlat Ibn Baṭṭūṭah (n.p.: n.p., n.d.), vol. 2, 270.

[23] Zayn al-Dīn Ibn Nujaym (d. 970 AH), Al-Baḥr al-Rāʾiq Sharḥ Kanz al-Daqāʾiq, 2nd ed. (n.p.: Dār al-Kitāb al-Islāmī), vol. 2, 245.

[24] Māzandarānī, Tārīkh al-Naqūd al-Islāmiyyah, 3rd ed. (Beirut: Dār al-ʿUlūm), vol. 1, 180.

[25] Māzandarānī, Tārīkh al-Naqūd al-Islāmiyyah, vol. 1, 157.

[26] Māzandarānī, Tārīkh al-Naqūd al-Islāmiyyah, vol. 1, 172.